

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝

(یعنی اسرائیل ۸۱)

(حق آیا اور باطل بھاگا اور باطل بھاگنے ہی کی چیز ہے)

# منظرہ ڈوڈ

عبدالرحیم پٹھمی اور پیر غلام مجدد شکار پوری کے درمیان  
۱۹۴۳ء میں مقام ڈونجھ (تھریپارکر) سندھ میں ہونے والے  
منظرہ کی روداد۔

اُردو ترجمہ: عبد الحفیظ سمرو

شائع کردہ: فضل احمد، دفتر توحید

توحید روڈ۔ کیمارڈی۔ کراچی

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِنَّ أَتَمَّ نُورُهُ وَلَوْ  
كَرِهَ الْكَافِرُونَ (سورة توبہ - آیت ۳۲)  
ترجمہ: ان کا ارادہ ہے کہ اللہ کے نور کو بجھا دیں اپنے منہ سے، پر اللہ اپنے نور کو پورا کیے  
بغیر نہیں رہے گا جیسے منکر بنائیں۔

اس تمہید پر مندرجہ ذیل واقعہ گواہ ہے۔ جبکہ اصل تحریر پاکر کے تعلقہ منجی کے  
ایک گاؤں دو تھیں ایک مولوی صاحب علی محمد جو اپنے عظمیٰ دس بارہ سال سے شرک اور  
بدعت کا درگزر کرتے آئے ہیں۔ وہ ہمیشہ لوگوں سے کہتے آ رہے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی کریں۔ قرآن پاک کو اپنے دین کی بنیاد بنائیں اور مولوی اور  
پیروں کی ملفوظات اور ان کی نام نہاد فقہ و فکر کو ترک کر دیں کیونکہ اسی نے آپ کو دنیا میں ذلیل و  
خوار کیا ہے۔ اسی دوسرے آپ دنیا میں اپنی طاقت، حکومت، اسلامی عصب، اور (۲)  
دینی فیصلہ کی قوت کھو چکے ہیں، جس نے آپ کو کفریوں کا غلام بنا دیا ہے۔

جبکہ قرآن میں ہے کہ: **إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْيِرُ مَا يُقَدِّرُ حَتَّى يَغْيِرُوا مَا أَهْتَبُوا**  
(آیت ۱۱، سورة الحديد) یعنی اللہ تعالیٰ کسی قسم کی اس وقت تک حالت نہیں بدلتا جب  
تک وہ اپنی حالت نہیں بدلتی۔ سو اس لئے اگر تم قرآن مجید کے عامل بنو گے تو اللہ تعالیٰ  
تمہاری عزت اور وقار قائم رکھے گا بصورت دیگر تم ہمیشہ ذلیل و خوار رہو گے۔  
اس تبلیغ کی دوسرے مخالفین جو توحید اور حایان شرک اور بدعت پر یکتا ہو گئے، انہوں نے

علیہ: بناظرین کو اہل اس آیت کی آگے اور پیچھے والی آیتیں بھی اجمار و ہمان کے  
بالے میں ہیں۔ اس طرح بیرون مولویوں کی اکثریت کالج بھی یہی حال ہے کہ وہ بھی بڑی ہمار  
اور چالاک سے اپنی تفاسیر اور کتابوں میں قرآنی آیات کے مفہد میں رد و بدل اور تحریف کر کے  
خلق خدا کو دھوکے سے دیتے ہیں اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے وہ قرآن پاک کے اصل  
معنی کی بجائے معنی بنا کر قرآن کی روشنی کو بجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ درحقیقت اس  
آیت میں لفظ یُغْيِرُونَ کا مخبر بھی اجمار و ہمان (پیر اور مولوی) ہی ہیں۔ جس کو ہر  
ذی شعور انسان سمجھ سکتا ہے۔ (عبدالعزیز عرب)

مولوی صاحب کو مخالفت بند کرنے کے لئے کہا۔ اور اگر تم مخالفت بند نہیں کرتے تو تم اپنے علماء کو  
بلواؤ اور ہم اپنے مولویوں کو دعوت دیتے ہیں کہ آپس میں مناظرہ کریں، جس سے حق اور باطل ظاہر ہو جائے  
مولوی صاحب نے یہ دعوت قبول کر لی اور مندرجہ ذیل علماء کو دعوت دی۔ (۱) مولوی عبدالرحیم  
صاحب کچھی کو (۲) مولوی محمد عجز صاحب جو بیجو ڈیپلانی (۳) شیخ عبدالعزیز صاحب عرب۔  
مخالفین نے اپنے جن مولویوں کو بلایا وہ تھے۔ (۱) عبدالسلام محمد دشکار پوری (۲) مولوی  
ملاک تیار والے (۳) مولوی ذہیر اسٹیٹ والے (۴) مولوی عبدالغفور کسری والے اور منجی، چھا چھتر سے  
کے دیگر مولوی۔

اسن و دانان قائم رکھنے کے لئے جناب ڈی مفسر صاحب ضلع تھریار کے ضلع پولیس، اور  
دوسرے کی معزز ذہن میں شریک ہوئے۔ مثلاً ابراہیم یحسان ریس، سید غلام شاہ تھار سے والے  
اور ہزار با مسلمان بھی شریک ہوئے۔

بالآخر مذکورہ مناظرہ تاریخ ۳۰ - ۱۵ - ۱۶ دسمبر سال ۱۹۳۳ء مقرر ہوا۔ جلسے کی کارروائی شروع  
ہونے سے پہلے ہر طبقہ نے اہل توحید کو ایک خط لکھا کہ مندرجہ ذیل چار مسائل پر بحث کریں گے (۲)  
(۱) حیات النبی (۲) تقلید (۳) استغاثت، مُردوں سے مدد مانگنا (۴) دہائی ناری ہیں۔  
خط کے جواب میں عبدالعزیز صاحب نے لکھا کہ (۱) حیات النبی قرآن سے ثابت نہیں ہے اور یہ  
جملہ آپ کا بنایا ہوا ہے۔ قرآن میں ہے کہ **وَوَحَّيْنَا إِلَى النَّبِيِّ الْاِنْشَاءَ لَا يُمْرُؤُا** (ترجمہ: اسی پر ہر  
رکھ جو ہمیشہ زندہ ہے اور مرے والا نہیں۔) الفرائد آیت ۵۸

(۲) تقلید میں آپ کی مائی ہوئی ہے جس کے لئے آپ کے پاس قرآنی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی حد  
**إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ مِّنْ مَّخْلُوقَاتِهَا أَسْمَاءُ وَابْنُ آدَمَ وَمَا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ**  
**إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَفْئُسُ** (سورة النجمہ - آیت ۲۳)  
ترجمہ: یہ نام قرآن اور تمہارے باپ دادا نے رکھے ہیں، جس کے لئے اللہ سے کوئی حکم نازل نہیں ہوا  
ہے جو لوگوں کی پیروی کرتے ہیں اور ان کی خواہش پر چلتے ہیں: گویا قرآن امت محمدیہ کی ایک ہیئت  
کو فریقوں میں تقسیم کر دیا ہے اور ہر ایک فریق نے اپنے کتاب، اور اپنے امام اور صلا و سلام کو دوسرے  
فریق سے جدا کر رکھا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: **وَلَقَدْ جَاءَهُمْ هُدًى مِّنْ رَبِّهِمْ الْهُدًى**  
ترجمہ: اُن کو اپنے رب کی طرف ہدایت آچکی ہے۔ تو پھر اپنی مائی ہوئی کتابوں اور اپنے بنائے ہوئے  
مسائل کی کیا ضرورت ہے؟

(۳) مُردوں سے مدد مانگنا بیگنا، یہ تو خاص شریک کا طریقہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:  
**وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ أَمْ أَتَىٰ**

ہیں۔ خُردے ہیں نہ کہ زندہ۔ اور ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کب اُٹھائے جائیں گے۔ (۴)

پیر فلامیہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ تم جی ہر خریدی مناظرہ تو نہیں کریں گے البتہ یہی بعون  
جیبہ، کل کریں گے جو کہ تین سال پہلے ہوگا۔ (حیث النبی (۲) اسفانت (۳) سماع الموقر (۴) فردوس کا  
نسخہ)۔ اس پر یہ صاحب نے جواب بھیجا کہ آپ کہتے ہیں کہ کل بعون جیبہ، یعنی تم جی کی بدست  
مناظرہ کریں گے جو کہ میرے شرک ہے۔ اے تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: اَسْتَعِيْذُ بِاللّٰهِ وَاصْبِرْ ۝۱  
یعنی اٹھنے سے مدد مانگو۔ (الاعراف، آیت ۱۷۸) خود بھی کہ معلوم کا فرمان ہے کہ: اِذَا مَسَّكُنُتْ  
فَاسْتَعِيْذْ بِاللّٰهِ ۝۲ جب تم مدد چاہو تو اللہ سے مانگو۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھ سے  
مدد لو۔ آخر کا مجھ کے وقت دونوں یا ریشاں ڈی ٹی کلکٹر صاحب کے پاس تھیں۔ (۵)

ڈیجی صاحب نے یہ مرتبہ اگوا کافی بھجا کر تحریری مناظرہ بہتر ہے لیکن یہ صاحب اس سے شمس نہ ہونے والا تجربہ صاحب نے غصہ میں اگوا کیا اگر یہ صاحب تن کے طالب ہیں تو پھر دکان کے فیصلے سے یوں بھاگ گئے ہیں، خود، خود اور نوسے قوائد تعالیٰ نے من فرمایا ہے، مولوی صاحب نے دیکھا کہ یہ مرتبہ اگوا کے ساتھ تحریری مناظرہ سے بھاگ گئے ہیں تو مجبوراً تحریری مناظرہ قبول کیا۔ تب یوں مسائل نظر ہونے اور ہر ایک مسئلہ کے لئے دو، دو گھنٹہ کھڑے گئے تو ڈیجی صاحب نے منظرہ کئے۔ وہ مسائل تھے: (۱) احیت النبی (۲) مردوں سے مدد مانگنا (۳) مردوں کا کشتنا

صاحبان! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی حیات دُنیا میں ثابت ہے۔ رسول اللہ

(۱) تم وصال کا روزہ نہ رکھو کیونکہ مجھے رزق اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور تم کو ویسا کھانا یا رزق نہیں دیتا۔  
 می، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵،

(۳) انا سید ولد آدم و لا فخر: جیسے اللہ تعالیٰ دوسروں میں لا شریک لہ ہے ویسے ہی

نبی کریمؐ دوسرے انبیاء میں لاشریک ہیں۔ ع

۴۱) حضور اکر پورا مہینہ سیند میں ہوں سب بھی آپ ۱۵ سو، ہیں سو ۱۵۔

(۶) آٹ کا فٹان سے بکے دو ملائیکہ نے میرا وزن کما، دس آدمیوں سے تب بھی میرا وزن زیادہ رہا۔

بھرملائے کہ (فرشتوں) نے کہا کہ اگر آپ کو زمین و آسمان سے وزن کرینگے پھر بھی آپ کا وزن زیادہ ہوگا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (سورة بقرہ آیت ۱۵۴) ربمہ: بواسطہ راتیں

فَلْنَلْزِمْنَهُمْ فِي هَذِهِ أَعْيُنَنَا فَكَمَبَقِيَّةٍ لَّيْلَةٍ مِّنْ أَعْيُنِنَا ۖ فَصَبِّرْ نَفْسًا مَّا هِيَ بِفِتْنَةٍ ۖ وَصْبِرْ لَّكَ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۚ

اس سے معلوم ہوا کہ شہیدوں کو رزق بھی ملتا ہے۔ اور رزق بدن کو ملتا ہے نہ کہ روح ④

ع: اس حدیث میں حیات کی کوئی بات نہیں۔ اس لئے آپ کی بات اس موضوع سے باہر ہے۔

۲: اس آیت میں رحمت کا ذکر ہے نہ کہ حیات کا۔

۳۴: اس میں بھی حیات کا لونی اشارہ ہے۔

”آب بھی دو کمرہ رسولوں میں سے ایک ہیں۔“

۵: اس سے بھی حیات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

نہیں آئیگی تو گویا اس پر موت بھی آئیگی۔

۷: یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سفید جھوٹ ہے۔ اس روایت کی صفحہ ۱۱۱ پر

انسان ہوں لیکن مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ (عبدالغزیز عرب)

۷ : یہ دونوں آیات ہمارے موضوع سے باہر ہیں۔ یہاں اُن کا پیش کرنا پیر صاحب کی غلطی  
(باقی حاشہ اگلے صفحہ پر)



کو دُنیا والوں کے پاس رسول اِصْحٰق علیہ السلام اور ان کے اِھی حبیبی یقین کی آنکھیں نہیں ک  
وہ نبی اور شہیدوں کی حالت کو دیکھ سکیں۔ لیکن جو انبیاء علیہم السلام کی پیروی کریں گے وہ ان کے ساتھ  
ہوں گے۔ قرآن میں ہے کہ: وَهَنَ يٰطِيحُ اللّٰهُ وَالرَّسُوْلُ قَالُوْا لِيْكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ  
عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالشّٰهِيْدِ اَوَّامِلًا حٰجِيْنَ وَحَسَنًا اَوْ لٰوْلٰكٍ  
مَّرْفِيْقًا (سُورَةُ نَسَاءِ آيَت ۶۹)

ترجمہ: "اور جو اُردو اور اس کے رسول کی تابعداری کریں گے وہ ان کے ساتھ ہی رہنے والے ہیں جن  
پر اللہ نے فضل کیا یعنی پیغمبر، صدیق، شہداء اور صالحین، اور وہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں" اللہ تعالیٰ  
فرماتا ہے کہ میں تیری وجہ سے ہلاک نہیں کرتا، "وَأَنْتَ بِفَيْحِهِ" کیونکہ آپ ان میں موجود ہیں۔ تفسیر  
کبیر ہے کہ انبیاء کو مرنے کی وجہ سے بکھڑا کر دیا ہے۔

### مَوْلٰوِیْ مُحَمَّدٍ عَمْرٍا حَبِیْبٌ یَّحْیِیْ قَرِیْرٌ

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَٰئِكَتُهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یَا اٰیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیْهِ  
وَسَلِّمُوْا اَسْلَمٰی (اَنْتُمْ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا ..... الخ)

حضرت ام اور ہمارے مقابل اس بات پر متفق ہیں کہ یہ بخود شہید زندہ ہیں، ⑤  
اختلاف صرف اس پر ہے کہ یہ ان کے انبیاء کی زندگی یا بعد سے کسی قسم کے جسمانی لوازمات کے ساتھ  
ہے یا نہیں۔ ہم یہی دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ ان کے ساتھ حیات کے حامل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو  
فقط ایک اللہ تعالیٰ کی ذات مبارک ہے اور اس صفت میں کوئی اور شریک نہیں۔ نبیوں شہیدوں  
اور دروہوں کی تمام ہمارا مخلوقات کے کافی ہونے کے لئے ہم ذہن میں یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ یہ  
ہیں، جن کے مرنے کے بعد تمام مسلمانوں خصوصاً پوری یہ صاحب کو ہوش آجائے گا۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ)۔ کی دلیل ہے، کیونکہ ان آیات میں شہداء کے لئے دنیاوی زندگی کا کوئی اشارہ  
نہیں۔ جس کے لئے یہ صاحب بحث کر رہے ہیں بلکہ ان آیات میں برزخی زندگی کا ذکر ہے۔  
جس کی پوری حقیقت سے کوئی بھی واقف نہیں، اور ہم برزخی زندگی کے حامل ہیں۔ اس سے کوئی  
انکار نہیں، یہی وہ زندگی جس کا ذکر یہ صاحب کر رہے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان  
ہے کہ: "فَبَلِّغُوا اِلٰی سَبِّیْلِ اللّٰهِ" تو ان کو جو وقت ہے جو تکہ کا گروہ زندہ ہیں۔ اصل  
حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والا دُنیا میں تو خود ہے لیکن آخرت میں وہ  
زندہ ہے۔

(۱) كُلُّ نَفْسٍ ذٰلِقَةٌ لِّلْمَوْتِ ۚ وَاِنَّمَا تُؤَنَّبُوْنَ اَنْ حُجِرَ سَعْدُكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلْاَعْمٰرُ  
ترجمہ: ہر نبی نفس، کی موت کا ذوق نہیں کھائے اور تم کو اعمال کا پورا بدلہ قیامت کے دن ملے گا

(۲) كُلُّ نَفْسٍ هٰذَا لَهَا وِجْهَةٌ ۚ لَهَا الْفَكَرُ وَالْاَلْبُورُ وَرَجْعُوْنَ (القصص، آیت ۸۸)  
یعنی ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے واللہ کی ذات کے اُس کا حکم چلتا ہے اور تم اسی کثرت  
تو کسے جاؤ گے

(۳) مَنْ مِّنْكُمْ عَلِيْمًا بِاَنَّ ۙ وَیَبْقٰی وَجْهٌ مِّنْہٗ ذُو الْجَلْبِیْلِ وَالْاَکْمَرُ (الزمر، آیت ۴۱-۴۲)  
ترجمہ: اور جو بھی زمین کا رہنے والا ہے وہ سب فنا ہونے والا ہے صرف تیرے رب کی ذات  
باقی ہے گی، تیرا رب بزرگی اور تعظیم والا ہے۔

ان تینوں آیات میں اللہ کا لفظ لانے میں جو تمام افراد کے حصر کے لئے ہوتا ہے۔  
یقیناً یہ موجب کلیتہ ہے جس میں نبی دلی اور سب داخل ہیں۔ منطق جاننے والے حضرات اس  
لفظ کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ ⑥

(۴) اِنَّكَ مَبْتُوٌّ وَّالْفُحْمُ یُکْتَبُوْنَ (سورة الزمر، آیت ۳۰)

ترجمہ: بلاشبہ آپ کو بھی مرنا ہے اور یہ بھی بے شک مرنے والے ہیں۔

اس آیت میں ان کا لفظ آیا ہے جو کہ ان کو یقین کے لئے ہے اس لئے کہ ان کا یہ پوری حیات  
کے شک و شبہ کی تردید ہو جائے۔

(۵) وَکَمَا مُحَمَّدٌ اَلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهٖ الرُّسُلُ ۚ اَفَاٰیْنِ مَاتَ

اَوْ قُتِلَ اَلْاَنْفَلَبْتُ عَنَّا عَفْوَا ۙ یٰعْمٰی (سورة ال عمران، آیت ۱۴۴)

یعنی "خیر اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس ایک رسول ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذرے  
ہیں پس اگر یہ وفات پا جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو کیا تم نے ان کے پیروں پر حرجاؤ گے؟

(۶) وَمَا جَعَلْنَا لِیْسَٰرَ مِّنْ قَبْلِکَ الْاِخْلَافِ ۚ اَفَاٰیْنِ مِتَّ فَهُمُ الْاِخْلَافُوْنَ (البینہ، آیت ۳۳)

ترجمہ: جیسا کہ تو ہم نے تم سے پہلے بھی کسی انسان کے لئے نہیں بھی ہے۔ اگر تم وفات پا گئے تو کیا

یہ لوگ ہمیشہ جیتے رہیں گے؟

(۷-۸) تِلْکَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا کَسَبَتْ وَلَهَا مَا کَسَبَتْ ۚ وَلَا تَسْأَلُوْنَ

عَمَّا کَانَ لَوْ اَعْمَعُوْنَ (سورة البقرة، آیت ۱۳۱)

ترجمہ: جو پہلے کا گروہ گذر گیا، ان کے لئے وہی ہے جو ابوں نے کیا اور تمہارے لئے وہی

جو تمہارے لئے ہے، تم سے پہلے والوں کے بارے میں پوچھو گچھو نہ کرو گے۔

(۹) اَمْ کُنْتُمْ شَٰہِدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتَ اِذْ قَالَ لِبَنٰتِہٖ مَا تَعْبُدُوْنَ

مِنْ بَعْدُ دینی (سورۃ البقرۃ، آیت ۱۳۳)  
ترجمہ: کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب (علیہ السلام) پر موت حاضر ہوئی تو اپنے  
بیٹوں سے کہا کہ میری موت کے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟  
(۱۰) قَالُوا قَدْ بَدَأْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتُ مَا دَامَ عَلَيْنَا نَفْسُهُ الْآدَابَةُ الْأَرْضِ نَأْكُلُ  
مِنْ سَائِلِهِ فَلَمَّا حَزَّ تَبَيَّنَتْ الْجَنَّةُ أَنْ تَوَكَّلُوا يَعْلَمُونَ الْعَنِيبَ مَا  
لَيْسَ فِي الْعَذَابِ الْمُهَيَّبِ (سورۃ سبأ، آیت ۱۴)  
ترجمہ: اور جب ہم نے شیطان علیہ السلام پر موت کا فیصلہ کیا تب ان کی موت کی خبر زمین کے  
ایک کپڑے پر لکھنے والے نے ان کے عصا کو کھایا پھر وہ جب گر پڑے تب جنوں پر یہ  
پاک کھل گئی کہ اگر ہم غیب کھتے ہوتے تو ہم اس وقت کے غلاب میں نہ رہتے۔  
امید ہے کہ اس آیت کے سننے کے بعد رکار پوری مولوی صاحب اپنے عقیدہ سے  
باز آجائیں گے کیونکہ اگر انبیاء کی وفات کے بعد جہان زندگی ہوتی تو وہ زمین پر کیسے کرتے اور اپنے  
آپ کو زندہ درگور کیسے کرتے۔ غور کرنا چاہیے کہ کہاں غیروں کی شان اور کہاں ایسا ڈھونگ اور  
تہمتیں۔ یہاں اگر پر صاحب یہ کہیں کو کسی لمحہ یا ساعت کو غیروں کی یہ حالت ہوتی ہے لیکن  
بعد میں روح پیوستہ کئے بدل میں رہتی ہے تو ایسے عقیدہ کی تردید کے لئے فقہاء میں ایک آیت

دلیل ہے:-  
(۱۱) اللَّهُ يَتَوَكَّلُ عَلَى نَفْسٍ حَيَّةٍ مَوْجِبًا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَتَاهَا هَبْ مَسْكُ  
الَّتِي قَفِي عَلَيْهَا الْمَوْتُ وَيُرْسِلُ الْآخِرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِي ذَٰلِكَ  
لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (سورۃ الزمر، آیت ۴۲)

ترجمہ: اللہ قفص کر لیتا ہے جاہیں، جب وقت ہوا ان کے مرنے کا، لیکن جو بھی نہیں رہے  
اس کی جان (نفس) پینڈ میں قفص کر لیتا ہے تو اس جان کو اپنے پاس بند رکھتا ہے جس پر  
موت کا فیصلہ کیا ہے اور دوسری ایندہ والی جان کو ایک مقررہ مدت تک چھوڑ دیتا ہے۔  
اس میں غور کرنے والی قوم کے لئے نشانیاں ہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ ①  
پینڈ میں رکھی جان فوتی ہے اور موت میں پہنچی ہوئی جان زندہ ہے، جس کے لئے "مُتَوَكِّلٌ"  
کا لفظ آیت میں موجود ہے۔ یہ لفظ مضارع کا صیغہ ہے جس کی مصدر "امساک" باب  
افعال ہے۔

پیر صاحب کی تقریر: "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ

الموت" جب مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ہر چیز یعنی سب موت کا ذائقہ چکھیں گے تو  
پھر اللہ تعالیٰ کا بھی نفس ہے۔ نعوذ باللہ تو کیا اللہ بھی موت کا ذائقہ چکھے گا جیسا کہ قرآن  
میں ہے وَيَحْكِي زَكِيَّةُ اللَّهِ نَفْسَهُ (ال عمران، آیت ۲۸) اللہ خود اپنے نفس سے  
(۲) إِنَّكَ مِيتٌ وَآهْلُكَ مِيتُونَ (الزمر، آیت ۳۰) یہ کافر کہتے تھے، ہماری بحث نبیوں کی  
حقت کے متعلق ہے۔

(۳) وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ..... الخ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کافروں نے  
نبی کریم کی وفات کی جھوٹی خبر پھیلائی اور پیغمبر کے بلے میں نازل نہیں کی گئی ہے۔ لے  
مشکوٰۃ شریف میں سنان کی حدیث ہے کہ "إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَمْزِ أَنْ تَأْكُلَ  
أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ" یعنی اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم الصلوٰت  
کے جسموں کو کھائے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اگر زمین جسم نہیں کھاتی تو یقیناً اس  
میں روح بھی موجود ہے۔ اور نبی سب زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ میں نے بیت المقدس  
میں انبیاء کی امامت کی جیسا امامت روحوں کی ہوتی ہے یا زندوں کی؟ ظاہر ہے کہ زندوں کی۔ دوسری  
حدیث میں ہے کہ "وَرَأَيْتُ مَوْسَىٰ يُصَلِّي فِي الْعَقْبَرِ" میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں  
نماز پڑھتے دیکھا۔ اگر موسیٰ نماز پڑھیں گے تو یقیناً وہ ہاتھ پاؤں بلائیں گے، انھیں گے جحدہ کرینے  
یا نہیں؟ اور یہ کام زندوں کا ہے یا مردوں کا؟

مولوی محمد علی قاری:

واہ سے! پیر صاحب کی قرآن دانی، نفس کے معنی وہ صرف جان سمجھتے ہیں حالانکہ نفس کے  
بہت سے معنی ہیں۔ قرآن میں نفس امارہ، نفس نوامہ اور نفس مطمئنہ بیان کئے گئے ہیں۔ آیت  
"يَحْيِي اللَّهُ نَفْسَهُ" سے مراد اللہ تعالیٰ کی پاک ذات ہے نہ کہ جان۔ پیر صاحب

لے پیر صاحب کی علمیت کا ہمیں پتہ چل گیا کہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ نفس کے معنی خود ذات  
ہے اس لئے آیت کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ سے اللہ کافل مستثنیٰ ہے۔ جیسا کہ آیت  
كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهًا هَمَلْهُ مَعْنَى کی تائید موجود ہے جس کے معنی ہیں کہ اللہ کی ذات  
کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور فرمایا ہے: اللَّهُ يَتَوَكَّلُ عَلَى نَفْسٍ حَيَّةٍ مَوْجِبًا دَلِيلُ الْغَيْبِ  
ذات دانا ہے موت کے وقت۔ لے یہ صاف قرآن کا رد ہے۔ آیت واضح ہے۔  
لے اگر ان میں روح موجود ہے تو لوگ ان کو دفنا کر کیوں چلے گئے۔

اگر کسی بھی تفسیر سے ثابت کر دیں کہ نفس کے معنی جان ہے تو ہم نے مناظرہ ہارا لیکن یقین کر لینا چاہیے کہ ایسا نہیں ہے، اور یہ صاحب کہتے ہیں کہ "إِنَّكَ مِثْلُ قَوْمِكَ وَمِثْلُ قَوْمِكَ كَافِرٌ كَيْفَ تَهْتَمُّ بِمَا لَمْ يَكُنْ يَهْتَمُّ بِهَا"۔ یہ اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے جو ہر جہاں، ہر جہاں اور ہر جہاں کیلئے نازل ہوا ہے۔ "ثَلَاثُ أَشْهُ قَدْ حَلَّتْ" (یہ ایک گروہ انبیاء تھا جو کر گیا) کے بارے میں یہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ نبیوں کے نہیں لیکن شاید یہ صاحب نے اس آیت سے متعلق دوسری (۱۳) آیت نہیں دیکھی، اگر وہ ایک نظر اس پر ڈالے تو یقین ہو جانا کہ یہ آیت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہے۔ یہ صاحب کہتے ہیں کہ نبی زندہ ہیں تو پھر ہم ان کو کیوں نہیں دیکھ سکتے۔ اگر کبھی لوگ پیغمبروں کو دیکھتے ہوں تو ہمیں بھی دکھلائیں ہم ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیں گے اور اصرار بھی کر اہم کیا سمجھیں گے۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ آخری بیماری میں یہ الفاظ کہتے تھے "اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي الْإِسْلَامَ" (یعنی اے اللہ! رفیق الاہل)۔ دوسری حدیث میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ: حضرت فاطمہؓ آئیں اور کہا: "وَكَذَّبَ أَبَاهُ" (بائے میرے) ابابکرؓ تکلیف ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: "لَيْسَ عَلَيَّ إِلَيْكَ كَرْبٌ بَعْدَ الْيَوْمِ" (یعنی تمہارے والد کو آج کے بعد مجھے بھی تکلیف نہ ہوگی) (ابن کثیر) ابابکرؓ نے فرمایا: "وَأَمَّا هَذِهِ" (اس سے روایت ہے کہ جب ہم نبی کریمؐ کو مدفن کر کے آئے تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ اے اللہ! تمہارے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑنے والے کے لئے کیسے اٹھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر پیغمبروں کی جسمانی حیثیت ہوتی تو ان کو دفن نہ کیا جاتا۔ یہ صاحب کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور نماز پڑھنا زندوں کا کام ہے نہ کہ مردوں کا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قبر برزخی ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اسی قبر کے بارے میں نبیؐ نے فرمایا کہ "الْقَبْرِ" (۱۴) روضۃ من الریاض الجنۃ (۱) و حوضۃ من حوض النہام"۔ یعنی برزخی قبر حقیقت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گروہوں میں سے ایک گروہ۔ اس کی قبریں نہ تو کوئی باغ ہے اور نہ ہی دوزخ کا کوئی گروہ۔ یہ ایک برزخی دوسرے جہاں کا امر ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، جس کا ثبوت خود یہ صاحب کی پیش کردہ حدیث سے ملتا ہے کہ نبی کریمؐ نے حضرت موسیٰؑ کو معراج کی رات چھٹے آسمان پر دیکھا۔ اب وہاں قبر والی زمین کہاں آئی۔ سو چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰؑ کی برزخی قبر ہے "یُحْيِيهَا" کے معنی نمازیں بلکہ دعا ہے۔

۱۔ یہ روایت بھی صحیح نہیں ہے۔

جیسا کہ قرآن میں ہے "صَلِّ عَلَيْهِمْ" (یعنی ادْعُ لَهُمْ (سورۃ توبہ)، یعنی زکوٰۃ دینے والے کے لئے دعا کر) (اس طرح آیت صَلِّ عَلَيْهِمْ وَسَلِّمْ اُولَئِكَ اَتَتْهُمْ مَقَاتِلُہُمْ کَافِرٌ کَيْفَ تَهْتَمُّ بِمَا لَمْ يَكُنْ يَهْتَمُّ بِهَا) (سورۃ احزاب: آیت ۵۶) "اے ایمان والو! یہ پہلو یعنی دعا اور سلام کہو۔ اللہ تعالیٰ لفظ صلاۃ کا یہ لغت میں معنی فرماتا ہے جیسے کہ حقیقی سب جنت میں دعا اور سلام اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہوں گے اور یہ قرآن سے ثابت ہے۔ قبر کی دو اقسام ہیں۔ اول قسم وہ ہے جس میں بدن رہتا ہے، وہ خالی اور ٹوٹے، پھوٹے والی ہے۔ دوم: وہ قبر ہے جس میں روح ہے اور مال و جواب اسی برزخی قبر میں ہوتے ہیں، اور بہشت اور دوزخ بھی اسی برزخ میں ہیں۔ ایک آدمی اگر گم ہو گیا، دوسرا پانی میں ڈوب گیا اور تیسرے کا جسم جانور کھا گئے۔ لیکن دونوں فرشتے اُسے بھی ملامت کریں گے اور ان کو بھی عذاب ہوگا اگر وہ گنہگار ہوں گے، تو پھر یہ صاحب بتائیں کہ کیا وہ قبر میں رہے ہرگز نہیں، وہ حقیقت میں برزخی قبر ہے۔ اگر تم کو گول کے لئے سوال و جواب سے انکار کر دو گے تو تمہارے اور بہشتیوں کے اعتقاد میں کوئی فرق نہیں۔ تو پھر اپنے غروں کو کیوں نہیں جلاتے یا تاکر نہ تو ان سے سوال دے (۱۵) جواب ہو اور نہ ہی ان پر عذاب قبر ہو۔ اگر نہیں تو پھر ہمارا دعویٰ سچا ہے کہ برزخی قبر حقیقت ہے نہ کہ مٹی کی قبر۔

## پیر صاحبؒ کی تفسیر:

نبی کریمؐ میں عراج کے لئے تیرنے لگے تھے تب حضرت آدمؑ نے آپ کو کہا "مرحبا بالابن الصالح" (خوش آمدید میرے نیک بیٹے)۔ نبی کا معراج سمجانی تھا اور حضرت آدمؑ کا دیکھنا بھی سمجانی جاتی تھی۔ اُس کے بعد حضرت موسیٰؑ نے بھی کہا: "مرحبا بالابن الصالح" (ابن الصالح)۔ حضرت موسیٰؑ نے نبیؐ کو پوچھا کہ آپ پر کتنی نمازیں فرض ہوئیں؟ جو اس میں آنحضرتؐ نے فرمایا: ۵۰ دقت فرض ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ ۵۰ دقت کا نماز آپ کی آنت سے اڑا رہا ہوگی، اس لئے آپ دوبارہ اللہ تعالیٰ سے اُس میں تخفیف کے لئے کہیں۔ آنحضرتؐ نے اللہ کے حضور تخفیف کیلئے درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی درخواست منظور کرتے ہوئے ۳۵ دقت فرض کئے۔ اُس کے بعد آپؐ پھر حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے تو انہوں نے پھر آنحضرتؐ سے مزید تخفیف کے لئے کہا۔ اس طرح حضرت موسیٰؑ نے آپ کو آٹھ مرتبہ نمازوں میں تخفیف کے لئے کہا اور آپؐ بار بار اللہ تعالیٰ سے تخفیف کے لئے کہتے رہے اور ہر بار ۵ دقت کی تخفیف ہوتی رہی حتیٰ کہ وہ ۳۵ دقت نماز فرض ہوئی۔ اس بار جب حضرت موسیٰؑ نے آپ کو تخفیف کے لئے کہا تو آپؐ نے فرمایا کہ اب تو مجھے کہتے ہوئے حیا آتی ہے۔



ایک اور حدیث میں ہے کہ میرا رب مجھے کھلا پلاتا ہے۔

حضور اکرمؐ کا گارا روز سے رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم مجھ جیسے نہیں ہو، اس لئے ایسا مت کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریمؐ کا درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنا بلند ہے اور وہ حیات پس حضورؐ نے فرمایا کہ میں تم جیسا انسان نہیں ہوں بلکہ میں ایک نور تھا اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا رہتا تھا۔

## مولوی محمد عرفی قنبریؒ:

میں نے اس سے پیشتر قرآن مجید کی کچھ آیات پیش کی ہیں اور دیگر احادیث بھی، اس کے علاوہ مندرجہ ذیل آیات بھی نبی کریمؐ اور دو مسلمانوں کی وفات کا ثبوت ہیں۔  
(۱۲) وَسَلَّمَ عَلَيْنَا يَوْمَ رُودِ الْيَوْمِ وَرَبُّنَا يَوْمَ رُودِ الْيَوْمِ وَرَبُّنَا يَوْمَ رُودِ الْيَوْمِ (مریم آیہ ۱۵)  
حضرت محمدؐ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامی ہو اس دن جب وہ پیدا ہوا جس دن وفات پائے اور اس دن وہ اللہ کا نور ہو کر۔

(۱۳) وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ رُودِ الْيَوْمِ وَرَبُّنَا يَوْمَ رُودِ الْيَوْمِ وَرَبُّنَا يَوْمَ رُودِ الْيَوْمِ (مریم آیہ ۳۳)  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر سلام ہو جس دن میں پیدا ہوا، جس دن میں وفات پاؤں اور جس دن زندہ ہو کر اللہ کا نور ہوں۔  
(۱۴) قُلْ إِنْ صَلَّيْتُ وَرَبُّنَا يَوْمَ رُودِ الْيَوْمِ وَرَبُّنَا يَوْمَ رُودِ الْيَوْمِ وَرَبُّنَا يَوْمَ رُودِ الْيَوْمِ (الغافر آیہ ۱۱۲)  
کہنے والے پیغمبرؐ تحقیق میری نماز، میری قربانی، میرا جہاد اور منہ اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

حضرت یونسؑ اور حضرت آدمؑ کا نبی علیہ السلام سے ملنا بھی ان کی روحانی حیات میں تھا جیسے کوئی سوا ہوا آدمی خواب میں کسی مرے ہوئے کو دیکھتا ہے اور وہ اس سے گفتگو کرتا ہے۔  
روحوں سے گفتگو کے متعلق ميثاق والی آیت دلیل ہے جیسا کہ سورۃ الاعراف میں ہے :-  
وَإِذْ أَخَذْنَا مِنْ بُنَيِّ آدَمَ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَرَأَيْنَاهُمْ إِشْرَافَهُمْ  
اَلَمْ نَشَأِكُمْ مِّنْ نَّحْلٍ وَآدَمَ (سورة الاعراف، آیہ ۱۷۲)  
ترجمہ :- اور یاد کرو جب تمھارے رب نے آدمؑ کی اولاد کو ایک دوسرے کی بیٹیوں سے پیدا کیا اور

ان کو اپنے نفسوں پر شاعر بنایا اور ان سے پوچھا کہ میں تمھارا رب نہیں ہوں (سب نے کہا ہاں کیوں نہیں؟) (سورة الاعراف، آیہ ۱۷۲)

اس سے ثابت ہوا کہ نبی کریمؐ کی انبیاء سے گفتگو روحانی تھی نہ کہ جسمانی، باقی حضرت اکرمؐ سے بارہ ہزار سال پہلے حضور اکرمؐ کی پیدائش اور کثرت کثرتاً مخفیاً اور خلق خداؑ اور اللہ تعالیٰ کی روایتیں صحیح نہیں بلکہ موضوع ہیں۔

وَيْلٌ لَّكَ أَفَّا أَفَنِمَّ (سورة جاثیہ آیہ ۷) اس بھٹکے کے لئے صرف یہ جواب کافی ہے جو اس آیت میں ہے "قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" (کہہ دیجئے کہ میں تمھاری طرح کا ایک بشر ہوں) اس کے علاوہ حیات اور موت ایک دوسرے کی ضد ہیں اور الضدان لا یجتمعان

## مسئلہ استمداد پر بحث

(۱۵)

## مولوی کاظمی اور اسی کی قنبریؒ:

اَلَا اِنَّ اَوَّلِيَّائَكَ اللّٰهُ لَا حَوْثَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ نَعْمَ الْعَهْدُ مَعِيَ فِي الْحَيٰوةِ الدِّيْنِيَّةِ وَالْآخِرَةِ ۝ لَا سَيِّدَ لِّكَ لِكَلِمَتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْعَقُوْبُ الْعَظِيْمُ  
(سورة قیوس، آیہ ۶۲، ۶۳، ۶۴)  
خبردار! جو اللہ کے اولیاء ہیں انھیں کوئی درد ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے، جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے ان کے لئے دُنیا اور آخرت میں خوشخبری ہے، اللہ کی باتیں ہمیں بدلتیں اور یہی بڑی کامیابی ہے۔  
دیکھیں اللہ کے پیارے وہ ہیں جنہیں کوئی ڈر نہیں، تو پھر کبوں انسان سے مدد مانگی جائے۔ حدیث قدسی میں ہے:

وَمَا يَزَالُ

عَبْدِي يَتَّقِبُ لِقَاءَ الْوَالِدِ سَخِيٍّ اِحِبٍّ، فَاِذَا احْبَبْتَهُ كُنْتُ مَعَهُ اَلَّذِي

يَسْتَعِيْذُ بِهِ، وَتَوَقَّعْتُ اَلَّذِيْ يَسْتَعِيْذُ بِهِ، وَوَدَّ اَلَّذِيْ يَتَّقِبُ بَنِيَّ، وَرَدَّ جُلَّتْ اَتَقِي

يَتَّقِبُ بَنِيَّ

(درمیان الصالحین کا فضو و صفت)

یہی میرا بندہ رہنا خواہے میری قربت چاہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پھر میں وہ کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، وہ بات کہہ ہوجاتا ہوں جس سے

ملے :- یہ بات صحیح نہیں قرآن اور بخاری سے ثابت ہے کہ یہ ملاقات آسمانوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضورؐ کے ساتھ مختلف پیغمبروں کے ساتھ کی آسمانوں پر ہر نبیؐ کے ساتھ تھے۔

ملے :- یہ صاحب نے جو فقرہ رکھی اس میں حیات کا کہیں نام و نشان بھی نہیں بلکہ وہ موضوع سے منہ را حاصل کرنا چاہتے ہیں۔





(۳۱) نبی کریم کا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَا تَلْهَ الْأَمَلْتُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَكَوْنُكُمُ الْعَيْبُ لَا تَسْتَفْتُونَ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّحَ السُّوءُ إِنْ أَنْ لَا تَكُنْ زَوْجًا يَوْمَ يَوْمُ مَوْتِهِ (اعراف: ۱۸۸) ترجمہ :- تو کہ میں اپنی جان کے بھلے اور بُرے کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر مجھے عیب کا علم ہوتا تو بہت سی نیکیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی دکھ پہنچتا میں تو (۳۲) صرف ایمان لانے والوں کو ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔

بُرے انکس کا مقام ہے کلام اللہ کے مقابلے میں من گھڑت قصے اور افسانے بیان کئے جاتے ہیں حقیقت میں غیر اللہ سے مانگنا بے پستی ہے، اور جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پوجاتے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ قدرت میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَمَا أَمْرُهُ إِلَّا كَلَيْفِئَةٍ وَاللَّهُ فَخْلِيلٌ لَهُ الْبَلَاءُ (سُورَةُ الْبَقَرَةِ: ۵) ترجمہ: اور ان کو تو صرف یہ حکم دیا گیا کہ باطل سے مُردہ موزر کے خالص اللہ کی عبادت کریں۔

### بیر غلام بچہ و دشکار پوری کی تقریر:

مولوی صاحب نے کہا ہے کہ ہم نے قرآن سے غیر اللہ سے مدد نہ ثابت کی ہے اور نہ ثابت کر سکیں گے، تو ایسا ہرگز نہیں ہے۔ دیکھیے ہم ایک آیت پیش کرتے ہیں جس میں غیر اللہ سے مدد مانگنے کا حکم موجود ہے:

(۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (سُورَةُ الْبَقَرَةِ: ۱۵۳) اسے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد مانگو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (۲) حضرت عیسیٰ نے کہا: أَجُوبُ الْأَكْمَةَ وَالزُّبْرُصَ وَأُحْيِي السُّوْفَى بِإِذْنِ اللَّهِ (سُورَةُ آلِ عِمْرَانَ: ۳۹)

جب حضرت عیسیٰ مُردوں کو زندہ کرتے تھے اور کوزہ میوں کو تندرست کرتے تھے تو پھر اپنے نفع کا کیسے مالک نہ ہوگا۔ باقی آیت: وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ اٰدِرًا بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا (۳۴) یہ معنی تفسیر میں ہیں جو قرآن پر کاسہ بھائی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک اندھ ناجی کو ہم نے کہیں پایا اور کہا کہ میری آنکھیں ٹھیک کر دیجیے اور اس کی آنکھیں ٹھیک

ہو گئیں اور وہ آنکھیں نئی سے ٹھیک کہیں ذکر اللہ تعالیٰ نے اسے اندھ سے قواس کو اندھا کیا تھا سو وہ اس کو کیسے ٹھیک کرے۔ اگر ٹھیک کرے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ٹھیک کھے۔ حضرت آدم کی توبہ بھی اُس وقت قبول ہوئی جب انہوں نے بچہ کا وسیلہ لیا۔

### مولوی عبد الرحیم عجمی کی تقریر:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (۱) وَاتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَةً لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ وَلَا يَسْتَظِلُّونَ نَهْجُهُمْ وَهُمْ لَهْفُ جُنْدٍ مَخْضَرُونَ (سُورَةُ طٰهٍ: ۴۳)

ترجمہ :- اللہ کے سوا دوسرے معبود بنائے ہیں کہ شاید ان کو ان کی مدد پہنچے لیکن ان میں مدد کرنے کی طاقت نہیں بلکہ یہ لوگ (جو ان کی پوجا کر رہے ہیں) خود ان کی خدمت میں حاضر ہیں اور ان کی خدمت کو رہے ہیں اور ان کو ان کے مالے گا (۲۳) یہ آیت مبارکہ اگر ہر پیروں اور مولویوں پر ہو بہو صادق آ رہی ہے جیسا کہ کوئی مرید اپنے مرشدوں میں مشکل کشائی اور مدد کی امید رکھ کر سالہا سال سے ان کی خائفا ہوں میں بھڑوئے ہے، جس سے ان کو تو کوئی فائدہ نہیں ہوا لیکن مرشد کو مفت کی خدمت کا فائدہ پہنچ رہا ہے، اور یہی سارا مہادانہ وَهُمْ لَهْفُ جُنْدٍ مَخْضَرُونَ کا ہے۔

اس آیت میں غیر اللہ سے مدد مانگنے والوں کی سرزنش کی گئی ہے اسی طرح قرآن کی دوسری کئی آیات میں پیروں، مولویوں اور عالموں کو رب بنانے سے منع کیا گیا ہے۔

(۲) ثُلَا يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَقَدْ آتَوْنَا إِلَكُمْ قِسْمًا سَوَاءً مِمَّا بَيْنَنَا وَمِنْكُمْ لَا تَعْلَمُونَ إِلَّا اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُمْ بِهِ شَاقِينَ وَلَا تَجِدُوا بَعْضًا مِنْ بَعْضٍ أَمَّا بِأَنَّ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَنَاقٍ تَوَلَّوْا كُنْتُمْ لَوَافِدًا (آل عمران: ۶۴) ترجمہ :- کہہ دو کہ اسے اپنی کتاب اور ایک بات ہے جو ہم لوہر میں شریک ہے عین جو جانی وہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور نہ ہی کسی چیز کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور آپس میں ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب بنائیں پس اگر وہ پھر جانی تو تم کہو کہ وہ اور جو کہ ہم کہے مسلمان ہیں۔

اس وقت اگر کوئی شخص رُفیع الدین کو کہے یا امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتا ہے یا امین بالجمہر کہتا ہے تو اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو وہ جواب میں کہے کہ میں نے حدیث میں پڑھا ہے اور یہی کریم کی سنت ہے تو اس وقت اس کو مارا پیٹا جاتا ہے، بلکہ خدا کا لشکر اور کونہ دیکھ کر بھی اللہ کے ساتھ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئے (نور الدین) علامہ نے روایت فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود کو ان کے احباب میں سے نہ اندھ تھا، اگرچہ کہ ایک بھلا تھا، عقیقہ و کوفی اور ان کے اہل غنی

لیکن اگر اس کا جواب ہے کہ میں شافی ہوں تو اس سے کہا جاتا ہے کہ پھر کوئی بات نہیں تم جس طرح نماز پڑھنا چاہو پڑھ سکتے ہو۔ یہاں یہ عملی مسئلہ دیکھ کر کام لینے پر لوگوں کو مارنے پر تیار (۱۵) ہو جاتے ہیں اور اگر امام شافعی کا نام تو اس وقت ملتا ہے۔ و حقیقت ان مولویوں کے نزدیک نبی کی عزت یہ ہے کہ ایک عالم کو آپ سے بڑا درجہ دیتے ہیں اور یہی ہے "اَنْبَا مِنْ دُونِ اللَّهِ" کے مصداق اور "اَنْحَدَا اَنْحَدَا اَنْحَدَا" کے معنی ہیں اور یہی ہے "اَنْبَا مِنْ دُونِ اللَّهِ" کے موافق۔

پھر صاحب سے ہم نے بھی کہا کہ اپنے دعویٰ کی ثبوت میں کوئی آیت یا صحیح حدیث بطور دلیل پیش کریں اور نہ ہونے کے آثار میں پیش کی وہ بھی غلط مقصد کے لئے۔ آیت یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْمُوا لِلَّهِ ذِكْرًا وَالصَّلَاةَ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّادِقِينَ" مدد کیلئے ہیں لیکن انہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ کیا الصَّلَاةُ وَالصَّلَاةُ کے معنی کیا ہیں؟ ان کا مقصد صرف خلق خدا کو دھوکہ دینا ہے۔ آیت کا ترجمہ ہے: "میرا اور تمہارے دیکھنے والے خدا سے مدد چاہو" یہ تو کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی نہیں کہچے کالے نماز، اے میری میری مدد کرو کیا صلوة یا صبر کی کوئی ذات ہے؟ جس سے سوال کیا جائے اور وہ سالن کا سوال پھر کجا حجت دلائی کریں۔

مسئلہ! دیکھو کیا معاف ملے۔ ہم نے کبھی واضح آیات پیش کی ہیں اِنَّا لَكَ نَعْبُدُ وَ اِنَّا لَكَ نَسْتَعِينُ" تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور یہ مولوی صاحب کہاں لئے جا رہے ہیں؟

الفرق وہ دیکھو کہ دُعا مانگنا عبادت میں شریک ہے اور شرک کی برائی میں یہ آیات آئی ہیں: اِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَالِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَ مَنْ يُشْرِكْ بِاِلٰهِ فَقَدْ هَضَمَ صَلَاتَهُ لَنْ يَقْبَلَهُنَّ (سورۃ النساء: آیہ ۱۱۶) (۲۰) ترجمہ:- بیشک اللہ نہیں بخشنے گا اس کو اس کا شریک ٹھہرا جائے اور اس کے علاوہ جس کو چاہے گا بخش دیکھا اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرا یا وہ بڑی دودھ کی گڑھی میں بھجک لگا۔ (النساء: آیت ۱۱۶)۔

(۳) دوسری آیت کے آخر میں "فَقَدْ اَضَلَّ رُحًى اِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ" (سورۃ النساء: آیہ ۴۸) یعنی بڑا گتہ اور محجوب ٹھہرا۔

(۴) مَنْ يُشْرِكْ بِاِلٰهِ فَقَدْ حَزَرَ اَللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَا لَهُ مِنَ النَّارِ وَ مَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنَ النَّارِ - (سورۃ مائدہ: آیہ ۷۲)

ترجمہ:- جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو قیقن اللہ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔ اس کے رہنے کی جگہ آگ ہے اور شرکین کا کوئی مددگار نہیں۔

(۵) ثُلُ الْاَعْبَادُ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ مَا فَا بَخْلِكَ لَكُمْ تَضَاعَدَ وَلَا تَفْعَالُ. وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيعُ

الْعَلِيمُ (سورۃ مائدہ: آیہ ۷۶)

ترجمہ:- اے پیغمبر کہو کہ اے نصاریٰ کیا تم اس (عیسیٰ علیہ السلام) کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے لئے اور نصاریٰ کا مالک نہیں اور اللہ تعالیٰ ہی سُنیے والا اور جاننے والا ہے۔

## پیر صاحب کی تقریر:

(۱) وَ اَتَخَذَ اٰمِنٌ دُوْنَ اللَّهِ الْهَيْهَةَ لَعَلَّكُمْ يَنْصَرُونَ. (یس: آیہ ۴۳)

یہ آیت بتوں کے بارے میں ہے۔

(۲) ثُلُ الْاَعْبَادُ مِنْ دُوْنِ اللَّهِ مَا فَا بَخْلِكَ لَكُمْ تَضَاعَدَ وَلَا تَفْعَالُ. (یس: آیہ ۴۳)

پیر صاحب کا تفسیر ابن عباس میں لکھا ہوا ہے کہ یہ آیت بتوں کے بارے میں ہے۔

(۳) "مَنْ اَضَلَّ" والی آیت بھی بتوں کے بارے میں ہے۔ ترمذی شریف کی حدیث تری

میں ہے (جو ترجمہ میں ملتی ہے) کہ میں بندوں کا مالک اور ہاتھ بن جانا میں صحیح

عزیز نے جن ساری کہہ کر مسلمانوں کو مدد دی۔ ہماری شریف میں باب استعانت بالافعال

ہے جس کے معنی ہیں مسکینوں سے مدد مانگنے کا باب۔ دُعا مانگنا اور عبادت کرنا مالک

الک ہیں۔ ہم دلوں کی عبادت نہیں کرتے۔

تاریخ کی کتاب میں ہے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم کے دوش مبارک پر آکر یہ آیت پڑھی:

وَلَوْ اَنَّكُمْ رَاٰظْلَمُوا اَنْفُسَهُمْ جَاءَتْكُمْ فَاَسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ

لَوْحَدَّ وَاَللّٰهُ تَوَّابًا رَحِيْمًا ۝

ترجمہ:- میں نے گناہ کرے ہیں اور اللہ سے بخشش چاہتا ہوں تو بھی اے نبی میرے لئے اللہ

سے بخشش کی دُعا کر۔ سو یہ بھی ایک مدد دہیگی۔

## مولوی عبد الرحیم کی تقریر:

یہ آیات اور خطاب نبی کریم کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں نہ ان کی وفات کے

بعد قرآن میں ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَكَ" اور اِذَا جَاءَكَ الْمُتَنَفِّثَاتُ يُمْسِيْنَ يَغْتَلَفُ"

اور اِذَا جَاءَكَ اَلْمُنَافِقُوْنَ" الغرض یہ تمام آیات ان کی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں۔

اگر ان کا تعلق نبی کی وفات کے بعد ہوتا تو صحابہ کرامؓ نبی کے ہوتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ

کی بیعت کیسے کرتے۔







صاحب عرب نے عام لوگوں کو سمجھانے کیلئے مندرجہ ذیل تحریر ہی صورت میں جواب دیا۔

## عبد العزیز بن عمر بن خطاب کا مخوڑی جواب:

پیر غلام محمد صاحب شکار پوری کا کہنا ہے کہ دُعا کے معنی عبادت نہیں لیکن مجھے تو پیر صاحب کے الفاظ پر حیرت ہوتی ہے کہ کیسے وہ حق کو باطل کے ساتھ چھپا رہے ہیں۔ ہم نے بھی یہ نہیں کہا کہ عام دُعا عبادت ہے۔ دُعا کہتے ہی معنی ہیں:

(۱) دعوتِ اسلام۔ قرآن میں ہے: **ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ** (النحل: ۱۲۵)

ترجمہ:- اے پیغمبر! لوگوں کو اللہ کی راہ کی طرف بلاؤ۔

حضرت فوثر نے بھی **سَلِّمْ يَزِيدُ هُدًى دَعَايَ** (نوح: ۶) میں لفظ دُعا دعوتِ اسلام کے لئے لائے ہیں۔

(۲) دوسرے معنی: ایک دوست کو بلانا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: **يَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ** (النحل: ۱۲۵) اور **يَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ** (النحل: ۱۲۵)۔ ہم بھی اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم بھی اپنے بیٹوں کو بلاتے ہو۔

(۳) تیسرے معنی ہیں: مہمانی کے لئے دعوت دینا۔ قرآن میں ہے: **إِذَا دُعِيتُمْ** (النحل: ۱۲۵) اور **إِذَا دُعِيتُمْ** (النحل: ۱۲۵)۔ جب تم کو کھانے کیلئے بلایا جائے تو کھڑے ہو۔

(۴) چوتھے معنی: دعوتِ نسب ہے۔ قرآن میں ہے: **ادْعُوهُمْ لِابْنَائِهِمْ** (احزاب: ۵۲)۔ لوگوں کو ان کے باپ کے نام سے لگا رو۔

(۵) پانچویں معنی: جنگ کی طرف بلانا۔ قرآن میں ہے: **وَالرَّسُولُ يَدْعُوهُمْ إِلَى عَصَا** (احزاب: ۵۲)۔

(۶) چھٹے معنی: دُعا اللہ یا دُعا الہیہ مَوَات: یعنی اللہ کو پکارنا یا مَرْدوں کو (۳۶) پکارنا اور یہ دُعا عبادت ہے۔ اس لئے پیر صاحب سے بحث اس آخری قسم کے متعلق ہے جبکہ اول الذکر دُعاؤں میں ہماری کوئی جگہ نہیں۔ حقیقت یہ وہ دُعا عبادت ہے جو کہ نفع یا نقصان

کیلئے مانگی جائے، جس کے لئے قرآن میں اللہ کا فرمان ہے: **وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا يَمُوتُ سَمَّيْتَ الظَّالِمِينَ** (یونس: ۱۰۶)۔

ترجمہ:- اور اللہ کے سوا ایسے کو نہ پکار جو نہ تو تجھے فائدہ پہنچائے نہ نقصان۔ اور اگر تو نے ایسا کیا تو ظالموں میں سے ہوگا۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوگا کہ اللہ کے سوا کسی اور سے دُعا مانگی جائیگی کیونکہ اسے نفع نقصان کا اختیار نہیں۔ خود ہی کریم کو اللہ نے فرمایا کہ: **قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي**

**لِقَوْلِهِمْ إِنَّمَا سَاءَ اللَّهُ** (اعراف: ۱۸۸)

ترجمہ:- کہہ کر میں اپنے نفع نقصان کا مالک نہیں جو اللہ نے چاہا وہ ہوگا۔ تیسری آیت ہے:-

**وَمَنْ يَدْعُ اللَّهَ فَتَفُتْهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا** (مائدہ: ۳۱)

ترجمہ:- (اے رسول!) جس کو اللہ ہی نے فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کر لیا ہو اس کو تم اللہ سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ چوتھی آیت مردوں کے بارے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَأَنْتَ بَيْنَ يَدَيْهِ**

**وَمَنْ دَعَا اللَّهَ يُخْلِقْ لَكُمْ شَيْئًا وَهُوَ يُخْلِقُ أَتَأْتُونَ عِبَادَ اللَّهِ عِوَابًا كَمَا تَأْتُونَ عِبَادَ اللَّهِ عِوَابًا**

**أَيَّانَ يَتَّبِعُونَ** (النحل: ۲۰، ۲۱)

ترجمہ:- اور اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ مردے ہیں نہ زندہ اور نہیں جانتے کہ جو کسب اٹھائے جائیں گے۔

اس آیت سے ثابت ہو کر اولیاء، انبیاء اور دوسرے گمراہ ہونے بزرگوں سے دُعا مانگنا

ان کو پکارنا شرک ہے کیونکہ ان کو نفع نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں۔ اور وہ اوقات میں داخل ہیں

جیسے اللہ نے فرمایا ہے: **إِنَّكَ مَيِّتٌ وَمَا تَشَاءُ وَمَنْ يُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُ الْقُرْآنِ فَخُتِّبُوا لَهُ** (النحل: ۳۸)۔ ترجمہ:- اے نبی! آپ کو

بھی موت آئے گی اور یہ سب مجھ میں ہے۔ اور **يَوْمَ تَكُونُ الْقُبُورُ مُنْتَزِعَاتٍ** (عنکبوت: ۵۴)

اس کے بعد بھی اگر کوئی اولیاء، انبیاء کو پکارے گا وہ بڑا ہی گمراہ اور کلامِ الہی کا انکار ہی ہے۔ باقی کیا

سارے اللہ کے ایک موضوعِ عبادت ہے جو کسی سند سے ثابت نہیں، اس لئے بحث نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو کھٹ سے بچایا کیونکہ سامیؓ کو جب کشف ہوا تو وہ گمراہ ہو گیا۔

## مسئلہ ایصالِ ثواب (عُرس اور گیارہویں):

پیر غلام محمد صاحب شکار پوری کا کہنا ہے کہ ہم کہتے ہیں یہ ثواب طے حضرت محمدؐ کو یا ولیوں کو۔

سوائے متعلق اللہ کے قرآن میں فرمایا: **وَمَا تَشْفَعُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ** (نجم: ۲۲)

ترجمہ:- تم جو بھی خیرات کرو گے وہ تمہارے ہی لئے ہے اور اس کا ثواب تمہیں ملے گا۔ اور فرمایا:

**وَمَا تَشْفَعُ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ لَّيْسَ بِكَ لِلنَّاسِ أَنْ تَقْضِيَ لَهُمْ شَيْئًا** (الانفال: ۵۰)

اس آیت سے ثابت ہو کر انسان جو بھی فی سبیل اللہ خیرات کرتا ہے وہ فقط اپنی

جان کے لئے ہے نہ کسی اور کے لئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر دوسرے اولیاء اور انبیاء کو

خیرات کا ثواب دینے سے لگاؤ اگر کوئی تو کراہے مالک کی اجازت کے بغیر کسی اور کو مالک کا مال دینا

تو ضرور وہ سزا پائے گا۔ انبیاء اور اولیاء کو اللہ کے حکم کے بغیر کسیے ثواب بخشا جائے گا؟

کیا یہ کریم کو تو کوئی مالک خیرات کی قدرت ہے؟ بالکل نہیں اور اگر نہیں بلکہ یہی اگر تم کو خدا

اور خیرات اپنی زندگی میں بھی لینے حرام تھے تو اب رزقی زندگی میں کیسے جائز ہو گئے؟  
 لہذا جو کوئی بھی نبیوں، دلوں کو خیرات دے گا، اس کا ثواب نہ تو انبیاء کو ملے گا، نہ اولیاء کو ملے گا اور نہ ہی خیرات کرنے والے کو، کیونکہ جو بھی اللہ کے حکم کے خلاف ایصالِ ثواب کے طور پر خیرات دے گا وہ اس آیت کے مصداق ہوگا: **وَلَا تَمْنُنَ لِلْعَالَمِينَ وَالْمَنُنَ فَيَتَقَلَّبُوا عَلَىٰ مَنَاسِكُكُمْ** (الفرقان: ۲۳) ترجمہ: ہم ان لوگوں کے عملوں کو خاک کی طرح اٹا دیں گے۔

## مسئلہ شفاعت:

پیر صاحب کہنا ہے کہ تم لوگوں کو سفارشیں نہیں کیجئے؟  
 میں کہتا ہوں کہ اللہ کا قرآن میں ارشاد ہے: **وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ لِلْبَيْتِ وَإِذْ يَحْمِلُكَ إِلَىٰ ذَاتِ الْعِمَامَةِ** (النجم: ۵۱)  
 ترجمہ: اس قرآن کے ذریعہ اُن کو اُڑاؤ جن کو عرش کا ڈھب ہے، اُن کے لئے وہاں کوئی ولی ہے نہ سفارش سوائے اللہ کے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی اللہ کے درجے میں نہیں ہے، فرشتے، جن، انسان، بت، پھر زمین، آسمان، سورج، چاند وغیرہ سب داخل ہیں۔ پھر **مِنْ دُونِ اللَّهِ** سے صرف بت مراد لینا یعنی پڑی بے الصواب اور دھوکہ بازی ہے۔ یہ قرآن مجید میں صاف تحریر ہے اور تحریف کرنے والوں کا اللہ تعالیٰ نے مذمت کی ہے: **يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحِوُّنَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقِلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ** (بقرہ: ۷۵)  
 ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا کلام سن کر اور کچھ اور تبدل کرتے ہیں حالانکہ انکو علم ہے کہ تحریف حرام ہے، انہی کی شفاعت صرف اُن لوگوں کے لئے ہوگی جن کے لئے اللہ تعالیٰ شفاعت (۲۵)  
 کا حکم دے گا اور جس سے باخبر ہوں گے، پھر سچا ہوس اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی اور شفیع مقرر نہ کرے گا جیسے اچکل کے مولویوں نے اپنے گناہوں کے لئے بالیقین انبیاء اور اولیاء کو شفیع ٹھہرایا ہے، بالکل ویسے جیسے نصاریٰ نے اپنے گناہوں کے لئے حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سارے گروہوں کو تنبیہ فرمائی ہے: **لَيْسَ بِأَمَانَةٍكُمْ وَلَا أَمَانَتِي أَهْلِي الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ سُوءً يُجْزِئْهُ وَلَا يُجْزِئْهُ وَلَا يَخُذُ اللَّهُ مِنَ دُونِ اللَّهِ وَلَيْسَ وَلَا نَصِيرًا** (النساء: ۱۲۳)  
 ترجمہ: انہما کہ تم مسلمانوں کی آرزوؤں پر منحصر ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر، جو کوئی بُرا کام کرے گا وہی سزا پائے گا اور اسے اللہ کے مقابلے میں کوئی دوست بل سب کا مددگار، پیر صاحب کہنا ہے کہ قرآن سے نبی کا وسیلہ ثابت ہے لیکن اُس کی قرآن سے کوئی

دلیل پیش نہ کی، صرف منافقوں کے موضوع سے فرار حاصل کر کے سانس لینے کے مواقع تلاش کر رہے ہیں۔  
 درحقیقت قرآنی آیت **وَابْتَغُوا الْيُسْرَىٰ ذَٰلِكُمْ** (المائدہ: ۳۵) سے مراد ایسا عمل ہے یعنی تقرب حاصل کرنا نہ کوئی شخصی وسیلہ کا حکم ہے۔ پیر صاحب کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ مشکل کش تھے اور علم کے دروازے تھے، اگر حضرت علیؑ حقیقتاً مشکل کش تھے تو ان کو اپنی کچھ عارضی نے مسجد میں کیسے شہید کیا؟ اور کہہ لائے کہ یہاں میں انہوں نے اپنی اولاد کی مدد کیوں نہ کی۔ پیر صاحب ان کو مشکل کش (۳۰) کہنا درحقیقت پیر صاحب کی جھوٹی بات نہیں تو اور کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا صاف فیصلہ ہے کہ: **يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ** (النمل: ۶۲)  
 ترجمہ: ہر کون ہے جو مصیبت زدہ کی پکار سنے اور اس کی مشکل آسان کرے سوا اللہ کے۔ اب بتائیں جو کیا قرآنی تعلیمات کے مطابق علیؑ مشکل کش ہو سکتے ہیں۔

## مسئلہ سماع الموتی

### پیر صاحب کی تقریر:

کل بیان کیا تھا کہ انبیاء، نبیئے ہیں، سُنَّے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ: **عَنْ النَّبِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وَفَّيَهُ فِي قَبْرِهُ وَتَوَلَّىٰ مِنْهُ أَصْحَابُهُ أَنَّهُ يَسْمَعُ قَرَعَ نَعَالِهِمْ** اتاہ ملکان فیقعدنہ۔ (مشکوٰۃ شریف)  
 ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا جب اللہ کے بندے کو قبر میں رکھا جائے اور اس کے ساتھی جاتے ہیں تو وہ ان کے جوڑوں کی چاپ سُنَّے سے اس وقت دُور فرستے آتے ہیں جو اس کو بھلے ہیں اور سوال و جواب کرتے ہیں۔  
 اس حدیث سے ثابت ہو گا کہ مرنے والوں کی چاپ اور سب کچھ سُنَّے ہیں اور اگر عز، عزت، قرب جانی تو ان کی آواز سُنَّے ہے۔ ایک اور حدیث میں حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ ایک شخص قریب ٹیک لگنے بیٹھا تھا تو آنحضرتؐ نے اُس سے فرمایا کہ قبر والے کو تکلیف نہ دو، ہنٹ کر بیٹھو۔ حدیث کے الفاظ: **يَا فُلَانُ لَا تَقُومْ ذَا هَذَا هَذَا الْقَبْرِ**۔ تکلیف سُنَّے والے کو ہوگی، پھر یہ بات ثابت ہوگئی کہ مرنے والے سُنَّے ہیں۔ (۳۵)  
 عن عبد بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فقام علي بن ابي طالب فقال يا فُلَانُ بن فُلَان هل وجدتم ما

وعذركم الله وسؤلة حقاً رافق قد وجدتم ما وعدكم الله حقاً فقال عثمريت  
تلكم اجساداً لا ارواح فيها فقال ما انتبه باسم لما قول منكم (بخاری، مسلم)  
ترجمہ :- حضرت محمد بدر کے اُس کنوئیں پر آئے جہاں ابو جہل اور دو ستر شریک کی لاشیں تھیں  
کہا کہ اے غلان ابن غلان کیا تم نے دیکھا کہ اللہ اور اُس کے رسول کا وعدہ سچا ہوا تو حضرت  
عثم نے کہا کہ آپ ایسی لاشوں دہن میں زور بھی نہیں ہستہ کیے بات کرتے ہیں۔ آپ نے کہا  
تم ان سے زیادہ سلفے دہن میں ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہو کہ مرے ہوئے شرک بھی زندوں سے زیادہ سلفے ہیں تو پھر  
مردہ مسلمان کیسے نہیں سنیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے اُن کو طاعت دی ہے اور وہ بیشک سلفے ہیں برہنہ  
شریعت میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے قبر میں سورۃ تبارک الٰہی پڑھی۔  
یہ بات جب آپ کو سنانی گئی تو آپ نے فرمایا کہ سورۃ تبارک الٰہی پڑھا کر دیکھو کہ یہ عذاب قبر سے  
بچاؤ ہے۔ اس سے سماع الوئی ثابت ہو ا۔ اسماع احیا بھی ثابت ہو گیا۔

دوسری حدیث میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور  
میرے والد ابو بکر صدیقؓ میرے گھر میں دفن تھے تو میں بغیر دینے کے گھر میں داخل ہو جایا کرتی تھی  
لیکن جب حضرت عثمانؓ ان کے ساتھ دفن کر دیے گئے تو میں پوری طرح سر ڈھانپ کر داخل ہوتی تھی  
کیونکہ جس سے میں زندگی میں پردہ کر رہی تھی اُس سے موت کے بعد بھی پردہ کر چاہتی تھی۔ (۳۸)  
اگر حضرت خرقہؓ قبر میں سلفے اور بیچھے نہ ہوتے تو حضرت عائشہؓ کو پردے کی کیا ضرورت تھی۔  
دوسری حدیث میں ہے کہ نبیؐ جب قبرستان میں داخل ہوتے تو بیچھے : السلام علیکم  
یا اهل القبور من المسلمین ..... الخ۔ اگر خرقہؓ درختوں اور دیواروں کی طرح ہوتے تو کیا  
کوئی اُن سے بات کرتا ہے کہ ملے دیوار السلام علیک۔ اے درخت السلام علیک۔

## شیخ عبد العزیز عرب کی تقریر:

اصل تقریر مجلس کے کچھ زیادہ بھی گئی تاکہ لوگ اچھی طرح سمجھ سکیں، اب عرب صاحب کی  
تقریر شروع ہوتی ہے۔ جس وقت میرا صاحب کی تقریر ختم ہوئی اُس وقت عرب صاحب نے دونوں  
ہاتھوں میں قرآن اٹھا کر آیات پڑھی : وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰی وَالْبَصِيْرُ وَلَا الظُّلُمٰتُ  
لَا النُّوْرُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ وَمَا يَسْتَوِي الْكُنُوزُ وَلَا الْفُقَرٰۗءُ اِنَّ اللّٰهَ  
يُسَبِّحُ مِنْ ثَنَاءٍ وَمَا تُكَنُّوْنَ فِيْ الْغُيُوْبِ۔ (فاطر : ۲۱، ۲۲)  
ترجمہ :- اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں، اور نہ روشنی اور اندھیزا برابر ہیں اور نہ دھوپ

اور سایہ اور زندہ اور مردہ برابر ہیں۔ بیشک اللہ جیسے چاہے سنا ہے اور تم (پیغمبر)  
قبر والوں کو نہیں سنا سکتے۔

عرب صاحب نے دوسری آیت پڑھی : قَاتَلَكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتٰی۔ (الروم : ۵۲)  
ترجمہ :- اے نبی آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔

پھر عرب صاحب نے دوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا : اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا فرمان  
ہے کہ اے نبی آپ مردوں اور قبر والوں کو کچھ بھی نہیں سنا سکتے۔ پھر رسول اللہؐ سے بڑھ کر (۳۹)

کون ہے جس کی پکار مردے سُن سکیں۔ پھر نبیؐ کو لکھا کہ تم نے سلفے ہیں وہ صاف صاف قرآن سے  
مقابلہ کرتا ہے (العیاض بن خنیسؓ نے فرمایا) اور میرا صاحب نے کہا کہ میںوں کو چاکل کیل میلہ کے  
پہنے ہیں سلفے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، اُس کا جواب مولوی محمد عرب صاحب کی تقریر میں گذر چکا ہے۔  
یہ سارا بزرخ کا معاملہ ہے نہ کہ اُس کا کیا، جس میں ہاری بخوار ہے۔ مگر یہ میرا صاحب "مغو ضاعوجا"  
(میرا ضاعتے ہیں) کے مصداق ہیں۔ باقی جو یہ میرا صاحب نے کہا کہ سماع الوئی اور مردوں سے  
خطاب نبی گفتگ ہے جبکہ حدیث میں ہے : ان العباد اذا وضع فی قبرہم واولیٰ عنہ  
اصحابہ انہ یسمع قرع نعالہم اتاہ ملکنا ..... الخ (بخاری، مسلم) میں کہتا  
ہوں کہ یہ یُسْمِعُ فعل مضارع مجہول ہے نہ کہ معلوم یعنی بیشک جب بندہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے  
اور اُس کے ساتھ چلی جاتے ہیں تو سنانی جاتی ہے اُس کو جو یوں کی آواز ..... الخ، کیونکہ اگر معلوم  
تھہر دیا جائے تو ظاہر نفس قرآن کے خلاف ہے، اس کے خرد و رد فعل مجہول ہے نہ کہ معلوم۔ پھر  
حدیث قرآن کے موافق ہوتی ہے نہ کہ متعارض۔ باقی بخاری یا کسی اور کی رائے ہمارے لئے تحت اور  
دلیل نہیں۔ میرا صاحب نے کہا کہ حضورؐ نے بدر والاں سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم تمھارے لئے بہتر  
ہو تا کہ تم اللہ اور رسولؐ کی پری کر کے تو حضرت عثمانؓ نے کہا کہ آپ بجان بھول سے یوں چکھنے (۴۰)

ہیں؟۔ جواب نبیؐ نے فرمایا : ما انتہ باسم لما قول منكم (بخاری، مسلم)۔ اس حدیث  
شریعت کے بہت سے معنی ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے قرآن مجید کی آیات "اِنَّكَ لَا تَسْمِعُ  
المَوْتٰی" اور "وَمَا اَنْتَ بِمَسْمَعٍ مِنْ فِی الْقُبُوْرِ" (ترمذی) دونوں کو نہیں سنا سکتے اور تم قبر والوں  
کو نہیں سنا سکتے) سے سماع مونی کا سستی کے انکار کیا اور کہا کہ پیغمبرؐ نے مرگڑ میں نہیں کہا ہے  
اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ "آج دنیا والوں سے بھی زیادہ ان میں باتیں سنانے کا حوصلہ ہے کہ  
یہ بزرخ میں بیٹھتے ہیں جبکہ قرآن میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اَسْمِعْ مِیْعَةً وَاَبْصُرْ  
یَوْمَئِذٍ مَا كُنْتُمْ

(مرید : ۳۸)

ترجمہ :- جب ہمارے پاس آئیں گے تو بہت کچھ سنیں گے اور دیکھیں گے۔



دوسری آیت ہے: **وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمُجْرِمُونَ مَا كُنُوا تُؤْمِسُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ فِي يَوْمٍ أَصْنَوْا فَمَا يَسْمِعُونَهُمْ** (سجدة: ۱۷)  
 ترجمہ: اے پیغمبر مجھی تو مجرموں کو دیکھ جب وہ سر نہجائے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو گئے تب کہیں گے اے پہلے رب ہم نے دیکھا اور سنا۔  
 اس آیت سے یہ ثابت ہو کر سنا اور دیکھنا عند اللہ یعنی اللہ کے پاس ہے۔ یہی وہ مطلب ہے جو نبی کریمؐ نے فرمایا: ما انتہم با سماع لما اقول منہم "جو حق میں نے ان کو سنایا ہے تم سے زیادہ سنے اور دیکھتے ہیں۔"

اس حدیث اور مندرجہ بالا آیت کا ایک ہی مطلب ہے۔ یہ سنا اور دیکھنا برزخی معاملہ تھا نہ دنیوی، سماع کا مطلب بالکل نہیں۔ بلکہ عربی وارہ کے طور پر اظہار حقیقت کے لئے فردوں سے بات کرتے تھے، اُن کا مقصد سماع یعنی سنانا ہی نہیں تھا۔ قرآن مجید، حدیث شریف اور ہی لغت اس بارے میں ثابت کا ثبوت ہے۔

حضرت عائشہؓ جو سماع کوئی کی اول نمبر انکاری تھیں جب اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر آئیں تب اُن سے خطاب کر کے کہنے لگیں "لو حضرناک ما درناک" ترجمہ: اگر تمہاری وفات کے وقت موجود ہوتی تو آج نہ آتی۔ بخاری اور مسلم میں ہے: جب نبی کریمؐ کے فرزند ابراہیم فوت ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: انا بعراقناک یا ابراہیم لمحزونون۔ اے ابراہیم ہمیں تیری جدائی کا بہت دکھ ہے اے ابراہیم اگر آج وقت حضرت ابراہیمؑ ہوئے نہ تھے تھے جن کو کھینچ کر لیاقت نہ تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبیوں کو مخاطب کر کے کہا: "اَلَا تَسْأَلُوْنَ مَا لَکُمْ لَا تُنْفِقُوْنَ" (الصافات: ۹۱-۹۲) ترجمہ: اے نبی! کھاتے کیوں نہیں تم کو کیا ہو اگر بات بھی نہیں کرتے۔

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: اذک حجرتا نفعم ولا تضرہم ولولا ان رایت رسول اللہ یقولک ما یقولک۔ (بخاری، مسلم) ترجمہ: تو ایک پتھر ہے۔ نفع و نقصان کا مالک نہیں، اگر کوئی تجھے چومتے نہ دیکھتا تو مجھی بوسہ نہ دیتا۔  
 نبی نے زمین کو خطاب کر کے کہا: یا ارض رضی بک اللہ (ابوداؤد) اے زمین تیرا اور میرا رب افسر ہے۔

اور چاند کو دیکھ کر کہا: یا قمر بک اللہ۔ (ترمذی) اے چاند تیرا اور میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔

اسی طرح دوجاہلیت میں عربوں کا عبادہ، جمادات اور مردوں کے اظہار (۳۶) حقیقت کے لئے خطاب تھا نہ کہ سنانے کے مقصد سے۔ کیونکہ وہ کافر تھے نہ قیامت کے قائل اور نہ ہی قبر سے دوبارہ زندہ ہونے کے قائل۔ یہی وجہ ہے کہ عربوں کا کثوم کے قہیدہ میں تعلقات السبع والے عربوں ہند کے قتل ہونے کے بعد مخاطب ہو کر کہا تھا:

بای منشیة عمر من ہند      تطییم بنا لوشاة و تزدینا  
 تہدد نانو وعد نارو یذا      متقی کنا لا ملک متقوتینا  
 فان قنا تنایا عمارعیت      علی الاعلاد قبلک ان تلینا

اشعار کا مفہوم:- کس دہرے سے عربوں ہند ایک چنل خوردگی کی مانتے ہیں یا ہرے ہائے میں جو ہماری توہین کرتے ہیں۔ ہم تیں ڈراتے ہو، دھمکاتے ہو، ہزار بار سنا کر کہیں ہم مجھ کی مال کے خاتمہ تھے۔ ہمارے نرے سے اور دشمنوں پر تم سے پہلے سخت تھے۔ شاعر عرب کثوم بادشاہ عمر بن ہند کو قتل کرنے کے لئے خطاب کرتے ہیں اور اُن کا شائبہ ہے۔ اوجو دیگر دونوں کا فرشتے اور ان کا مقہیدہ تھا کہ وہ تو زندہ ہوتے اور نہ ہی قیامت سے اور نہ ہی سنی کی جس ہے۔ اُن کی گفتگو کا مقصد تو یہ تھا کہ اسے نرسن تھی۔ نبی کریمؐ نے جو بددعاؤں سے خطاب کیا وہ بھی عرب کے اس عبادہ کے مطابق تھا۔  
 امرار القیس کے معلق میں ہے:

یا ایہا اللیل الطویل الی تبلی بصلی و ما الاصبح منک ہامشلی۔  
 ترجمہ: اے طویل رات صبح کا گناہاں کیوں نہیں کرتی نیک نیر کی طرح تجھے سے زیادہ خوبصورت نہ ہوگی۔  
 تو کیا رات بھی سنی ہے؟  
 امرار القیس نے بھی میرے سے کہا:

فقلت لاذب لما عوخی ان شائنا قلیل الغناء ان کنت لما شعوئی۔  
 ترجمہ: میں نے بھی میرے سے کہا جب اُس نے آواز نکالی کہ میرا اور تیرا حال ایک جیسا ہے تو مجھی ایچی مالدار نہیں ہوا۔

(عنزہ) یعنی اے مکان، رنج و کشتن اور سلامت رہ۔

یادار عیبت بالعباد تنکلی و عیسیٰ صبا حادار عیبت واسلم۔

یعنی: اے مانی علی کی مگر خدا علی کی کہہ، علی کی چمک دیک اور سلامتی سے رہ۔

یہ عربی اشعار اور شائیں ہیں جس سے ظاہر ہے کہ عربوں کا مقصد سنانا یا سنانا نہیں بلکہ ان کا مقصد صرف اللہ کی تعریف ہی ہے۔ یہاں سے ایک اور کدھ شائبہ ہے کہ جب اسی کی داستان میں داخل ہوئے تو ان کے اسلام علیکم والی القبر انا کہو گئے اور ان کے شواہد کلام ہونے کوئی

بھی ان سے یوں دیکھتا کہ اسے دیوار السلام علیکم۔ اسے درخت السلام علیکم۔ اول تو یہ سلام  
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اللہ نے اپنے نبی کے ذریعہ تعلیم دی ہے جسے اللہ کے آخر میں السلام علیکم  
 ورحمۃ اللہ ہے حالانکہ ایک نمازی کے پاس کوئی آدمی نہیں ہوتا جس کے لئے وہ خطاب کر کے السلام علیکم  
 کہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سلام منانے کے لئے نہیں بلکہ ایک دعا و تعظیماً اور حکم ہے جس کی (۳۲)  
 تعلیل کی جاتی ہے کہ یہ صاحب کی تحیہ کے مطابق کہ اسے درخت السلام علیکم، اسے دیوار السلام علیکم  
 یہ ہے صاحب کی علمی قابلیت نہیں بلکہ ایک مذاق ہے یہ ہے صاحب کا کہنا ہے کہ السلام علیکم کا خطاب  
 منانے کے لئے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ شہد میں لفظ السلامہ علیکمنا وعلی عباد اللہ  
 الصالحین کیا ہے جس کے معنی ہیں: ہم پر اور دنیا کے تمام صالحین پر سلام۔ آپ  
 پر صاحب کے کہنے کے مطابق دنیا کے تمام صالح بندے یہ شہد کے الفاظ سنتے ہیں۔  
 مگر ہر انسان اس کا جواب دے گا کہ ہرگز نہیں۔ کیونکہ ہر جگہ سے غائبانہ آواز کا  
 متناظر صرف اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے جسے اللہ تعالیٰ کا لقب ہے "صمیم بصیر"۔  
 اس کے علاوہ یہ صاحب نے چند احادیث پیش کی ہیں وہ تمام ضعیف اور باطل ہیں جنکے  
 جواب دیئے کی کوئی ضرورت نہیں۔ باقی جو صحیح احادیث تھیں ان کا میں نے جواب  
 دے دیا ہے اور وہ پہلے گزر چکا ہے۔

### پیر صاحب کی تقریر:

پیر صاحب اٹھے اور آیت پڑھی: "إِنَّ اللَّهَ يُجِيبُ مَنْ يَدْعُوهُ مَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ  
 فِي السَّمَاءِ" (خاطر: ۳۲) اور ترجمہ کیا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے منانے اور تم کا ذوق نہیں سمجھا  
 سکتے۔ پیر صاحب نے یہ آیت بھی پڑھی۔  
 "أَنْتَ لَا تَسْمِعُ الْمُؤْمِنُ" اور یہ معنی بیان کئے: بیشک تم کا ذوق کو سمجھا نہیں سکتے۔  
 تفسیر ابن عباس، غازی، جلالین اور بیضاوی وغیرہ کے نام دیکر حاضرین کو کہا کہ ان تفسیر میں  
 یہی معنی آئے ہیں جو میں نے آپ کو بتائے، یعنی موتی کے منہ میں دسے نہیں بلکہ کافر (۳۵)  
 مراد ہیں اور قرآن کے معنی مجھ پر مردہ نہیں بلکہ کافر مراد ہے۔ پیر صاحب کی تقریر کا یہ خلاصہ ہے۔

### عرب صاحب کی تقریر:

عرب صاحب اٹھے اور کہا: اے اللہ ان مولویوں کو ہدایت دے کہ حق پر چل کر خلق خدا  
 کو سیدھا راستہ دکھائیں، باطل اور لغو باتوں سے دور رہیں عرب صاحب نے کلام اللہ ہاتھ میں لے

حاضرین جماعت جلسہ سے کہا کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے کلام پر یقین لاؤ۔ اور مولویوں کے  
 رد و بدل والی راہ چھوڑ دو۔ قرآن کو مضبوطی سے پکڑو۔ اور مولویوں کی کتاب کو چھوڑ دو۔ یہ دونوں  
 آیات صاف صاف الفاظ میں بتا رہی ہیں کہ "أَنْتَ لَا تَسْمِعُ الْمُؤْمِنُ" یعنی آپ مُردوں کو  
 نہیں سنا سکتے۔ لیکن یہ مولوی کہہ رہے ہیں کہ تم کا ذوق کو سمجھا نہیں سکتے۔ اب آپ عدل و  
 انصاف سے فیصلہ کریں کہ اللہ کے کلام اور مولویوں کے بیان میں کتنا فرق ہے۔ حالانکہ میں کہت  
 ہوں کہ میں قرآن سے ثابت کر سکتا ہوں کہ کوئی اور کفار، الگ الگ آئے ہیں۔ قرآن میں ہے:  
 "وَلَوْ أَنَّنَا شَرُّ لَنَا لَإِنْهَ الْيَهُودُ الْمُنَافِقَةُ وَكَفَّهُمُ الْمُؤْمِنُ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ  
 كُلَّ شَيْءٍ فَيُؤْثِرُوا مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَنْ يَسْمَأُ اللَّهُ" (انعام: ۱۱۲)  
 ترجمہ:۔ اور اگر ہم ان پر فتنے آسمان سے آتاریں اور زمین سے اس سے بات کریں اور ہر چیز  
 ان کیلئے جمع کریں تب بھی وہ ایمان نہ لائیں گے، مگر جو اللہ چاہے۔  
 کیا یہاں بھی مولوی حضرت موتی سے حکم مراد لیں گے۔ لے جاہل مولوی! اللہ (۳۶)  
 کے پاک کلام اور اس کے صریح الفاظ پر ایمان لاؤ، تاویلات کو چھوڑ دو، یہ تمھاری جھوٹی تاویلات  
 اللہ کے یہاں وزن نہ رکھیں گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "كَذَلِكَ نُخْرِجُ الْمُؤْمِنُ لِنُكَفَّهُ  
 تَدَّ كُفُؤُنَ" (اعراف: ۵۴)

ترجمہ:۔ اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے شاید تم نصیحت حاصل کرو۔  
 "إِنَّا نَخْرُجُ الْمُؤْمِنُ" ترجمہ:۔ ہم مُردوں کو حشر و رزق نہ کریں گے۔ (یونس: ۱۳)  
 فسبحان! "كَذَلِكَ يُخْرِجُ اللَّهُ الْمُؤْمِنُ" (البقرة: ۴۳) اس طرح اللہ مُردوں کو زندہ نہ کرے گا۔  
 اے مولوی! تمھاری تفسیر ان بیان کی ہوئی آیات میں تو موتی سے مراد "مُردے" لیتے ہیں،  
 پھر تم کو کوئی گولی لگتی ہے جو کہ "أَنْتَ لَا تَسْمِعُ الْمُؤْمِنُ" سے مراد ادا کرتے ہو۔ "أَفَتُؤْمِنُونَ  
 بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ" (البقرة: ۸۵) یعنی قرآن کے کچھ حصے کو مانتے  
 ہو اور کچھ کا انکار کرتے ہو۔ سو ان آیات سے واضح ہوا کہ کفار اور مُردوں کے لئے احکام الگ الگ  
 ہیں۔ یہاں موتی کے متعلق عرب صاحب کا فیصلہ لیا ہوا اور قرآن کے متعلق تقریر شروع ہوئی۔  
 عرب صاحب نے کہا کہ قرآن میں مُردوں کا معاملہ الگ اور کفار کا الگ آیا ہے، اور  
 مولویوں کے بقول یہ دونوں ایک ہیں۔ آپ عربی زبان نسانی، انگریزی، چینی لغات دیکھ سکتے ہیں  
 کہ ہر جگہ قرآن سے مراد وہ جگہ، یہاں مُردہ دفن کیا جاتا ہے اور قرآن مجید بھی اسی پر مشتمل ہے (۳۷)  
 ہے پھر قرآن کے تحریف کو مولوی اور ان کی کتاب اس صریح نکتہ کے انکاری ہو کر خلق خدا کو گمراہ  
 کر رہے ہیں اور "إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" والے راستے سے دور کر رہے ہیں۔ ادراپ

جسم سننے کو کفار اور قبر والے الگ الگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: قَدْ يَسْأَلُونَكَ  
 الْآخِرَةَ كَمَا يَسْأَلُونَكَ الْآوَّلَةَ مِنَ الْأَصْحَابِ الْقُبُورِ۔ (الممتحنة : ۱۳)  
 ترجمہ :- تحقیق تم اُس پر پوچھو گے جیسے کافر قبر والوں سے اُن پر پوچھا ہوئے۔ اور اللہ  
 فرمایا: "وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ" (انفطار : ۴) ترجمہ :- جب قبر والوں کو اٹھایا  
 جائے گا۔ اور فرمایا: أَفَلَا يَعْلَمُونَ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ۔ (العاديات : ۹)  
 ترجمہ :- کیا نہیں جانتا وہ وقت جب اُن کو اٹھایا جائے گا جو قبروں میں ہیں۔  
 فرمایا: "وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ"۔ (الحج : ۷)  
 ترجمہ :- اور یہ کہ اللہ قبر والوں کو اُٹھائے گا۔

مولوی حضرات اپنی تفسیروں میں یہاں سب آیات میں مُردے مراد لیتے ہیں لیکن  
 "وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ" میں قبر والوں سے مراد کافر لیتے ہیں حالانکہ "قبر"  
 کا لفظ ان سب آیات میں ایک جیسا ہے پھر ایک جگہ تو مُراد مُردے لئے جلتے ہیں اور دوسری  
 جگہ کافر۔ یہ صاف صاف تحریف اور قرآن پاک سے مقابلہ نہیں تو پھر اور کیا ہے۔ درحقیقت  
 مسلمانوں کی تباہی کا یہی سبب ہے کہ عجمی مُلاؤں اور ایرانیوں نے تفسیریں لکھ کر قرآن میں اپنی رائے  
 اور اپنے قیاس کے ذریعہ اختلاف پیدا کیا اور اصل قرآن پر پردہ ڈال کر خلقِ خدا کو بھٹکا دیا۔ (۳۸)  
 صحابہ کرامؓ، سلف صالحین اور عرب کے باشندوں کے پاس بغیر لغات عرب کے کوئی اور تفسیر نہیں  
 تھی صرف کلام الہی، کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور محاورہ عرب پر ان کا عمل تھا۔ بعد میں ان  
 مولویوں نے قرآن کی نصوص میں اپنی تفسیروں کے ذریعہ تحریف پیدا کی تاکہ وہ اپنے ناجائز مقاصد حاصل  
 کر سکیں۔ قرآن مجید میں لفظ "اموات" سے مُراد "اصنام" یعنی بت لئے ہیں۔ یہ تحریف کر کے  
 انہوں نے قرآن کے صحیح معنی کو پس پشت ڈال کر اپنے معنی جو کہ اُن کے مقاصد کی تائید کرتے تھے لے  
 لئے۔ حالانکہ "اموات" سے مُراد بت نہیں بلکہ انسان ہیں اور قرآن مجید میں کہیں بھی لفظ "اموات"  
 اصنام یعنی بتوں کے لئے نہیں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: كُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ  
 ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔ (بقرہ : ۲۸)  
 ترجمہ :- تم مُردہ تھے پھر تم کو زندہ کیا پھر تم کو موت دیگا پھر وہی تمہیں زندگی عطا کرے گا۔  
 پھر تم اُسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (۳۹)

اور اللہ نے فرمایا ہے کہ: أَلَمْ نَجْعَلِ الْإِنْسَانَ مِنْ أَحْيَاءٍ وَأَمْوَاتًا۔ (موسى : ۲۶-۲۵)  
 ترجمہ :- کیا ہم نے زندوں اور مُردوں کو سنبھالنے والی زمین نہیں بنائی ؟  
 حالانکہ خود اصنام تیز زمین کی چیز اور جنس سے ہیں، پھر مکفوت فیہا غیر ہما